جاوید احمد غامدی

ایمانیات

(۷)

(گزشتہ سے پیوستہ)

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

صفات

اللہ تعالیٰ کی صفات، البتہ کسی نہ کسی درجے میں انسان کی گرفت میں آتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صفات سے متعلق کچھ چیزیں، خواہ وہ کتنی ہی حقیر ہوں، انسان کے پاس بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم وخبر، قدرت، ربوبیت اور رحمت وحکمت سے کچھ حصہ ہمیں بھی عطا فرمایا ہے۔ اس پر قیاس کر کے خدا کی ان صفات کا کچھ تصور ہم قائم کر سکتے ہیں۔ یہ بات اس طرح بھی سمجھی جا سکتی ہے کہ انسان کا وجود محض انفعال ہے۔ یہ جس فعل کا اثر ہے، وہ ارادہ، قول، مشیت، کلمہ اور امر ہے جو فاعل حقیقی سے صادر ہوتا ہے۔[۳۸] شے کی حقیقت یہی ارادہ ہے۔ اسے شے کا نام اسی سے ملا ہے۔ اس میں جو صفات ظاہر ہوتی ہیں، وہ درحقیقت اسی کلمے کی صفات ہیں۔ انسان کے وجود کی حقیقت بھی یہی ہے۔ پھر وہ اپنے وجود کا شعور رکھتا ہے، اس لیے اپنے فاعل کی صفات بھی کسی حد تک سمجھ لیتا ہے۔ تاہم اس کے لیے ضروری ہے کہ انسان اپنی عقل کو بیدار رکھے اور وحی الٰہی کی رہنمائی میں انفس وآفاق کے اندر خدا کی آیات پر غور کرتا رہے۔ قرآن نے اپنے مخاطبین کو اسی بنا پر بار بار تعقل، تفکر اور تذکر کی دعوت دی ہے۔ استاذ امام امین احسن اصلاحی

۳۸؎ سورۂ یٰس (۳۶) کی یہ آیت اسی حقیقت کا بیان ہے: ’اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ‘ (۸۲) ’’اس کا معاملہ بس یہ ہے کہ وہ جب کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔‘‘

نے ان تعبیرات کی وضاحت فرمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''تعقل کا منشا یہ ہوتا ہے کہ آدمی زندگی کے معاملات میں محض جذبات، شہوات اور خواہشات کو اپنا رہنما نہ بنا لے اور نہ اوہام و خیالات کے ہاتھ میں اپنی باگ دے بیٹھے، بلکہ اس کے اندر خدا نے جو عقل رکھی ہے، اس کو رہنما بنائے اور اس کی رہنمائی پر اعتماد کرے۔

تفکر کا مطلب یہ ہے کہ نظام عالم کے قوانین و احکام اور فطرت انسانی کے مطالبات اور تقاضوں پر حکیمانہ طور پر غور کیا جائے اور ان سے زندگی کے لیے جو اصول پیدا ہوتے ہیں، ان کو پوری سچائی اور ایمان داری کے ساتھ تسلیم کیا جائے۔

تذکر کا مطلب یہ ہے کہ آدمی جن بدیہیات پر یقین رکھتا ہے، ان بدیہیات کو جذبات و شہوات کی ہلچل کے اندر بھی یاد رکھے، اور پھر ان سے بالکل لازمی طور پر جو نتائج نکلتے ہیں، ان کو بھی بغیر کسی ہچکچاہٹ کے تسلیم کرے۔''

(تزکیۂ نفس ۹۲)

اس طریقے سے غور کیا جائے تو انفس و آفاق کی ہر چیز گواہی دیتی ہے کہ خدا محض علت العلل اور واجب الوجود نہیں ہے کہ جس سے سلسلۂ علت و معلول شروع ہوا اور جو ہر حال میں تھا اور ہے اور رہے گا، بلکہ ایک ایسی صاحب ارادہ و ادراک ہستی ہے جو تمام اعلیٰ صفات کی حامل ہے۔

ہم یہاں اس کی وضاحت کریں گے:

۱۔ مادہ ارادے سے خالی ہے۔ وہ علم و عقل سے بھی خالی ہے۔ نفس کا علم و ارادہ اور دوسرے قویٰ بھی اس کے ضعف و نسیان اور قلت عزیمت کی وجہ سے اس کے ذاتی نہیں ہو سکتے۔ لیکن دونوں سے ایسے غیر معمولی فوائد اور عجیب و غریب تغیرات پیدا ہوتے ہیں جو کوئی اندھی اور بہری طاقت ہرگز پیدا نہیں کر سکتی۔ لہٰذا دونوں مخلوق ہیں اور ہر مخلوق اپنے لیے ایک خالق کا تقاضا کرتی ہے:

اَمۡ خُلِقُوۡا مِنۡ غَیۡرِ شَیۡءٍ، اَمۡ ھُمُ الۡخٰلِقُوۡنَ؟ اَمۡ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ؟ بَلۡ لَّا یُوۡقِنُوۡنَ. (الطّور ۵۲: ۳۵-۳۶)	''یہ بغیر کسی خالق کے پیدا ہو گئے ہیں یا آپ ہی اپنے خالق ہیں؟ کیا زمین و آسمان کو انھی نے پیدا کیا ہے؟ (نہیں)، بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) یہ یقین نہیں رکھتے۔''
ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمۡ، خَالِقُ کُلِّ شَیۡءٍ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ، فَاَنّٰی تُؤۡفَکُوۡنَ. (المومن ۴۰: ۶۲)	''وہی اللہ تمھارا پروردگار ہے، ہر چیز کا خالق، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، پھر کہاں اوندھے ہو جاتے ہو؟''

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

۲۔ زمین و آسمان کا یہ خالق کسی چیز کا محتاج نہیں ہوسکتا، اس لیے خلق کی ایک ہی علت ہے اور وہ اس کا ارادۂ رحمت ہے۔ اس نے جب چاہا کہ انعام کرے تو اس نے دنیا بنا دی اور اس میں اپنی مخلوق کو وہ نعمتیں دیں جو شمار نہیں ہوسکتیں۔ چنانچہ اس کا نام جس طرح اللہ ہے، اسی طرح رحمٰن بھی ہے:

اَلرَّحْمٰنُ، عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ، خَلَقَ الْاِنْسَانَ، عَلَّمَهُ الْبَيَانَ، اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ، وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ، وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ، اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ، وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ، وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ، فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ، وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ، فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ.

(الرحمٰن ۵۵: ۱-۱۳)

''رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی۔ (اِس لیے کہ) اُس نے انسان کو پیدا کیا۔ اسے نطق و بیان کی صلاحیت دی۔ (تم ذرا نظر اٹھا کر دیکھو،) یہ سورج اور چاند ایک حساب کے ساتھ گردش میں ہیں اور تارے اور درخت، سب سجدہ ریز ہیں۔ اور اُس نے آسمان کو اونچا کیا اور اس میں میزان قائم کی کہ تم بھی میزان میں خلل نہ ڈالو۔ اور انصاف کے ساتھ سیدھی تول تولو اور وزن میں کمی نہ کرو۔ اور اپنی خلقت کے لیے اُس نے یہ زمین بنائی ہے۔ اس میں میوے ہیں اور کھجور کے درخت ہیں، جن کے پھل غلافوں میں لپٹے ہوئے ہیں، اور طرح طرح کے غلے ہیں جن پر بھوسی کے خول ہیں اور خوشبو والے پھول ہیں ـــــ پھر اے جن وانس، تم اپنے رب کی کن کن شانوں کو جھٹلاؤ گے!''

۳۔ علم محض قوت ہی کا علم ہے، لہٰذا ہر علم قوت کی گواہی ہے۔ یہ قوت اگر کسی صاحب ارادہ و ادراک ہستی کی طرف سے نہ ہو تو اسے جبر محض ہونا چاہیے، مگر عالم کا نظم و ترتیب اور اس کی اتھاہ معنویت اس کی تردید کرتی ہے۔ ان میں سے کوئی چیز بھی علم و عقل کے تصرف کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا خالق محض قدیر ہی نہیں، وہ علیم و حکیم بھی ہے:

قُلْ: اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ، وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا، ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ، وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا، وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ،

''ان سے پوچھو، کیا تم اُس ہستی کے منکر ہو رہے ہو اور اُس کے شریک ٹھیراتے ہو جس نے دو دن میں زمین بنا دی؟ وہی تو عالم کا پروردگار ہے۔ اور (زمین کو وجود میں لانے کے بعد) اُس کے اوپر سے پہاڑ جما دیے اور اُس میں برکتیں رکھ دیں اور تمام ضرورت مندوں

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ، وَھِیَ دُخَانٌ، فَقَالَ لَھَا وَلِلْاَرْضِ: ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ کَرْھًا، قَالَتَآ: اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ، فَقَضٰھُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ، وَاَوْحٰی فِیْ کُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَھَا، وَزَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ، وَحِفْظًا، ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ. (حٰمٓ السجدہ ۴۱: ۹-۱۲)

کے لیے اُن کی ضرورت کے مطابق ٹھیک اندازے سے اُس میں خوراک کے ذخیرے رکھ دیے، سب ملا کر چار دنوں میں۔ پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ اُس وقت دھوئیں کی صورت میں تھا۔ پھر اُس سے اور زمین سے کہا: دونوں حکم کی تعمیل کرو، خواہ تم چاہو یا نہ چاہو۔ دونوں نے کہا: ہم خوشی سے حاضر ہیں۔ تب اُس نے دو دن کے اندر سات آسمان بنا دیے اور ہر آسمان میں اُس کا قانون وحی کر دیا اور آسمان زیریں کو چراغوں سے آراستہ کیا اور پوری طرح محفوظ بنا دیا۔ یہ سب خدائے عزیز و علیم کا منصوبہ ہے۔''

۴۔ انفس و آفاق کا قیام و انصرام ایک حقیقت ہے۔ یہ کسی زندہ اور قائم ہستی کے بغیر ہرگز متصور نہیں ہو سکتا۔ اس لیے خالق زندہ اور قائم، بلکہ سب کو قائم رکھنے والا بھی ہے:

اَللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ، لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ، لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ، مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ، یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ، وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ، وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ، وَلَا یَئُوْدُہٗ حِفْظُھُمَا، وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ. (البقرہ ۲: ۲۵۵)

''اللہ جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، زندہ اور سب کو قائم رکھنے والا۔ نہ اُس کو نیند آتی ہے نہ اونگھ لاحق ہوتی ہے۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے، سب اسی کا ہے۔ کون ہے جو اُس کی اجازت کے بغیر اس کے حضور میں کسی کی سفارش کرے۔ لوگوں کے آگے اور پیچھے کی ہر چیز سے واقف ہے اور اُس کی مرضی کے بغیر وہ اُس کے علم میں سے کسی چیز کو بھی اپنی گرفت میں نہیں لے سکتے۔ اُس کی بادشاہی زمین و آسمان پر چھائی ہوئی ہے اور اُن کی حفاظت اس پر ذرا بھی گراں نہیں ہوتی، اور وہ بلند ہے، بڑی عظمت والا ہے۔''

۵۔ زمان کیا ہے؟ یہ اسی حی و قیوم خالق کی صفت بقا سے منتزع ایک تصور ہے۔ لہٰذا وہ اول ہے، اس سے پہلے کچھ نہیں ہے؛ وہ آخر ہے، اس کے بعد بھی کچھ نہیں ہے؛ وہ ظاہر ہے، اس سے اوپر کچھ نہیں ہے؛ وہ باطن ہے، اس سے نیچے

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

بھی کچھ نہیں ہے۔ وہ زمان ومکان سے محدود نہیں ہوسکتا۔ اس کا علم، البتہ زمان ومکان، دونوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے:

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ، وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ، وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ. (الحدید ۵۷: ۳)

''وہی اول بھی ہے اور آخر بھی، وہی ظاہر بھی ہے اور باطن بھی، اور وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔''

۶۔ صفات کے بغیر ذات کا تصور محض مفروضہ ہے۔ اس سے متعلق جو نزاعات بالعموم ہوئے ہیں، وہ سب لفظی ہیں۔ چنانچہ تمام صفات حسنہ: خلق، عدل، رحمت، رأفت اور علم وحکمت، اللہ تعالیٰ کے ذاتی محاسن کی حیثیت سے اس کے لیے ثابت اور اپنے آثار سے مقدم ہیں، اس لیے کہ شے کی علت ہمیشہ اس سے مقدم ہوتی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ اس دنیا کے فنا ہو جانے کے بعد بھی خدا کا جلال واکرام پوری شان کے ساتھ باقی ہوگا:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ، وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ. (الرحمٰن ۵۵: ۲۶-۲۷)

''زمین پر جو بھی ہے، سب فانی ہے اور تیرے پروردگار کی جلیل وکریم ذات ہی باقی رہنے والی ہے۔''

۷۔ صفات الٰہی کے سمجھنے میں ان کی جہت حسن، البتہ ملحوظ رہنی چاہیے، اس لیے کہ قدرت اسی وقت مدح کی مستحق ہے، جب وہ رحمت، کرم اور عدالت کے ساتھ ہو۔ غصے، انتقام اور قہر وغضب کا ظہور بھی ظلم وعدوان کے خلاف ہو تو قابل تحسین ہے۔ رحمت، مغفرت اور جود وکرم بھی اپنے محل ہی میں تعریف کے مستحق ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں غنی کے ساتھ حمید، علیم کے ساتھ حکیم اور عزیز کے ساتھ غفور کی صفات اسی جہت حسن کی طرف رہنمائی کے لیے آئی ہیں:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا، وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ، سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ. (الاعراف ۷: ۱۸۰)

''اور اللہ کے لیے تو صرف اچھے نام ہیں، اُس کو انھی سے پکارو اور اُن لوگوں کو چھوڑو جو اُس کی صفات کے معاملے میں کج روی اختیار کرتے ہیں۔ وہ جو کچھ کر رہے ہیں، عنقریب اُس کا بدلہ پا لیں گے۔''

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

۸۔ اللہ تعالیٰ کا جو تصور بھی قائم کیا جائے گا، وہ جلال وجمال اور کمال سے خالی نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ 'الواحد'، 'الاحد'، 'الصمد'، مثال کے طور پر صفات کمال ہیں۔ 'القدوس'، 'السلام'، 'المومن' صفات جمال اور 'الملك'، 'العزیز'، 'الجبار' صفات جلال ہیں۔ انسان کے دل میں صفات جلال سے خوف، تعظیم اور مدح کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور صفات جمال سے حمد، رجا اور محبت کے۔ پھر صفات جلال حواس کے لیے زیادہ ظاہر اور صفات جمال عقل ودل کے زیادہ قریب ہوتی ہیں۔ پروردگار کو سامنے رکھا جائے تو صفات جمال کا غلبہ محسوس ہوتا ہے اور نفس انسانی نگاہوں کے سامنے ہو تو جلال کا پہلو نمایاں ہو جاتا ہے۔ انسان خدا سے ڈر کر اسی بنا پر خدا ہی کی طرف لپکتا اور اس کی صفات جمال کے دامن میں پناہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں

'اللھم اعوذ بك منك[39]' کے الفاظ اسی حقیقت کو بیان کرتے ہیں۔ یہ اس بندے کی دعا ہے جو اپنے پروردگار کی محبت سے سرشار ہے، اس کے استغنا اور کبریائی سے لرزاں ہے، اس سے ملاقات کا مشتاق ہے اور اس کے فیصلوں کے سامنے پورے ادب کے ساتھ سرنگوں ہے۔ قرآن مجید جب یہ کہتا ہے کہ تمام اچھے نام اسی کے ہیں تو اس کے معنی اس کے نزدیک یہی ہوتے ہیں کہ ہر وہ نام جو خدا کے جلال و جمال اور اس کے کمال کو بیان کرتا ہے، وہ اچھا ہے اور اس سے خدا کو پکارا جا سکتا ہے:

قُلِ: ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ، اَيًّا مَّا تَدْعُوْا، فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى.

''کہہ دو کہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر، جس نام سے بھی پکارو، سب اچھے نام اسی کے ہیں۔''

(بنی اسرائیل ۱۷: ۱۱۰)

امام حمید الدین فراہی نے ان مباحث کی تفصیل کے بعد اپنی کتاب ''القائد الی عیون العقائد'' میں لکھا ہے:

''... پروردگار کا تصور تمھارے دل میں ایک ایسی ہستی کا تصور ہونا چاہیے جو کریم ہے، رحیم ہے، عفو و درگزر کرنے والا ہے، بخشنے والا ہے، کمال حسن و رأفت کے ساتھ ہنستا، مسکراتا اور نرمی برتنے والا ہے، سب کریموں سے بڑھ کر کریم اور سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے، وہ تمھارا مددگار ہے اور تمھارے دشمنوں سے انتقام لیتا ہے۔ یہ اس لیے کہ تم اس سے تسکین حاصل کرو، اس کا قرب تلاش کرو اور اس سے ملاقات کے مشتاق رہو۔ پھر تم جانتے ہو کہ وہ قدوس بھی ہے اور سراسر حق بھی، لہٰذا عقلاً محال ہے کہ وہ اچھے اور برے میں فرق نہ کرے اور کوئی خبیث، غلیظ، ظالم، معاند، بھلائی سے روکنے اور حدود سے تجاوز کرنے والا، شک میں پڑا ہوا، اور حق و خیر کی مخالفت پر اصرار کرنے والا اس کا قرب حاصل کر لے۔ ہاں، وہ اپنے اس بندے پر رحم فرماتا اور اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے جو اس سے رجوع کرتا اور برائی کو چھوڑ کر بھلائی کا رویہ اختیار کر لیتا ہے۔ پھر اس کے کمال عظمت و کبریائی کو ہمیشہ یاد رکھتا ہے تاکہ اس کا ادب ملحوظ رکھے، اس کے حضور میں جھکا رہے اور جان رکھے کہ وہ عالم سے غنی ہے، اسے مخلوقات میں سے کسی کی احتیاج نہیں، وہ تدبیر امور میں نہایت عالی مرتبہ ہے۔ پھر اس کے باوجود کہ اس کا ہر فیصلہ سراسر حق اور سراسر رحمت ہے، اس کی مخلوقات اس میں سے اتنا ہی جانتی ہیں، جتنا ان کے لیے موزوں ہے۔ چنانچہ ضروری ہے کہ اس کے فیصلے تسلیم کیے جائیں اور اس کے بندے اس کے ہر امر و نہی پر راضی رہیں۔'' (۴۳)

[باقی]

---

[39] مسلم، رقم ۴۸۶۔ ''اے اللہ، میں تجھ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net